رسائل و مسائل

کیا آنحضورؐ نے حضرت سودہؓ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا تھا؟

سوال: ترمذی شریف اور صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں بعض احادیث وارد ہیں کہ جب ام المومنین حضرت سودہؓ بوڑھی ہو گئی تھیں تو آنحضورؐ نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ فرما لیا تھا۔ اس پر حضرت سودہؓ نے درخواست کی کہ میں اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دیتی ہوں لیکن آپ کی مفارقت اور خصوصاً اس عمر میں گوارا نہیں ہے۔ آنحضور راضی ہو گئے اور ارادۂ طلاق ترک کر دیا۔ اس سلسلے میں بعض سوالات دل میں کھٹکتے ہیں۔ طلاق کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "ابغض المباحات" یعنی جائز کاموں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔ اگر صرف ایک بیوی ہو اور وہ بہت زیادہ بوڑھی ہو جائے تو البتہ اُسے طلاق دے کر یا محض نان و نفقہ پر رضامند کر کے دوسری شادی کی جا سکتی ہے لیکن جب دیگر ازواج مطہرات موجود تھیں، تو اس صورت میں ارادۂ طلاق سمجھ میں نہیں آتا۔ اس اقدام کی جو توجیہ صاحبِ نیل الاوطار نے نقل کی ہے، وہ بھی میرے نزدیک تسلی بخش نہیں۔ یہ کھٹک ہر اُس شخص کے دل میں پیدا ہو سکتی ہے جو ان احادیث کا مطالعہ کرے۔ اُمید ہے کہ آپ ترجمان القرآن کے توسط سے تشفی بخش جواب دیں گے۔ آخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ مقصد محض احقاقِ حق ہے اور اگر کوئی سخت لفظ قلم سے ٹپک گیا ہو تو میں اس کے لیے اللہ سے معافی کا خواستگار ہوں۔

جواب۔ ام المومنین حضرت سودہؓ بنت زمعہ سے متعلق روایات میں بیان کردہ جس واقعے پر آپ نے اپنے اشکالات پیش کیے ہیں، اس واقعے کے دو اجزا ہیں۔ اس کا ایک جزو تو یہ ہے

کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے دیا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا مختار کر دیا تھا کہ آنحضور ان کی باری کے روز بھی حضرت عائشہ کے ہاں قیام فرمالیا کریں۔ اس واقعہ کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں حضرت سودہؓ کے اپنے اس حق سے دستبردار ہونے کے وجوہ بیان ہوئے ہیں۔ جہاں تک واقعہ کے پہلے جزء کا تعلق ہے، اس بارے میں محدثین و مؤرخین کا کامل اتفاق ہے اور یہ بات اپنی جگہ بالکل صحیح اور ثابت ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو تفویض کر دی تھی۔ لیکن جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ حضرت سودہؓ نے ایسا کیوں اور کس بنا پر کیا تھا، اس میں اختلاف ہے اور اس کا جواب معلوم کرنے کے لیے غور و تامل کی ضرورت ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ صحاح ستہ میں احادیث وارد ہیں کہ حضرت سودہؓ کی کبر سنی کے باعث آنحضورؐ نے آپ کو طلاق دینے کا ارادہ فرمالیا تھا۔ اس پر حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہ کو بخش دی اور ارادۂ طلاق ترک کر دیا گیا۔ یہ مجمل بیان صحیح حقیقت کی نشاندہی نہیں کرتا اور غلط فہمی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اصحابِ صحاح میں سے امام بخاری اور امام مسلم نے طلاق یا اس کے ارادے کا ذکر نہیں کیا۔ بخاری میں یہ حدیث کتاب الھبہ اور کتاب النکاح دو جگہ موجود ہے لیکن دونوں جگہ باری دے دینے کی وجہ یہ مذکور ہے: تبتغی بذالك رضا رسول الله صلى الله عليه وسلم، جس کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت سودہؓ نے رضا کارانہ طور پر خوشنودیِ رسول کی خاطر یہ پیش کش کی تھی، بالکل اسی طرح جس طرح ایامِ مرض میں ازواجِ مطہرات حضرت عائشہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئی تھیں، تاکہ آنحضرت کو غیر ضروری زحمت سے سابقہ پیش نہ آئے۔ اس کا باعث خوف و تہدید نہیں بلکہ محض محبت و تکریم ہے۔ امام مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: جعلت یومها من رسول الله صلى الله عليه وسلم لعائشة وقالت یارسول الله قد جعلت یومی منك لعائشة۔ (حضرت سودہؓ نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی

اور کہا کہ یا رسول اللہ میں اپنی باری عائشہ کے سپرد کرتی ہوں)۔ بہرحال جہاں تک صحیحین کا تعلق ہے، پوری تلاش کے باوجود مجھے ان میں طلاق کا سرے سے کہیں ذکر نہیں ملا۔ اور یہ بات بہت اہم اور معنی خیز ہے کہ اس واقعہ سے متعلق احادیث لینے کے باوجود بخاری اور مسلم دونوں نے ان روایات کو نہیں لیا جن میں طلاق کا ذکر ہے۔

سنن ابی داؤد اور ترمذی میں البتہ طلاق کا ذکر آیا ہے۔ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب القسم کے الفاظ یہ ہیں: قالت سودۃ حین اسنت وفرقت ان یفارقھا.. یارسول یومی لعائشۃ (جب سودہ سن رسیدہ ہوگئیں اور انہوں نے آنحضورؐ کی طرف سے مفارقت کا خدشہ محسوس کیا تو کہا کہ یا رسول اللہ میرا دن عائشہ کے سپرد ہے)۔ لیکن ان الفاظ سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضورؐ نے طلاق کا ارادہ فرما لیا تھا، بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سودہؓ کے دل میں خود ہی یہ خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں مجھے جدا نہ کر دیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ خدشۂ طلاق بجا نہ ہو، اور بیان کردہ وجہ طلاق بھی درست نہ ہو۔ اس طرح کے خدشات تو واقعۂ افک اور واقعۂ تخییر کے مواقع پر بھی فضا میں پھیلے تھے، مگر وہ صحیح ثابت نہ ہوئے۔ پھر اس روایت کا ایک راوی عبدالرحمٰن بن ابی زناد ہے جس کے بارے میں حافظ منذری مختصر سنن ابی داؤد میں (اسی حدیث پر بحث کرتے ہوئے) فرماتے ہیں وقد تکلم فیہ غیر واحد (ایک سے زیادہ محدثین نے اس راوی میں کلام کیا ہے)۔

اس روایت میں حضرت سودہؓ کی تشویش کی جو وجہ بیان کی گئی ہے، وہ بھی قابل تعجب ہے۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات کے بعد حضرت سودہؓ کا نکاح مکہ میں حضرت عائشہ کے نکاح کے بعد ہجرت سے قبل ہوا ہے۔ ۵ھ میں سورۂ احزاب نازل ہوئی ہے جس میں آنحضورؐ کو تبدیل ازواج کی ممانعت کر دی گئی جس میں حضرت ابن عباس کی تصریح کے مطابق ممانعت طلاق بھی شامل ہے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت سودہ جو پہلے ہی سالخوردہ خاتون تھیں، پانچ سات برس میں ان کی عمر میں ایسا کونسا بڑا تغیر واقع ہوسکتا تھا جس کی بنا پر طلاق کا خدشہ پیدا ہوتا۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے اکثر حرم نبوی میں داخلے کے وقت

حضرت سودہ کی طرح ادھیڑ عمر کی ثیبات تھیں، لیکن ان کے بارے میں کبھی ایسا کوئی خدشہ پیدا نہیں ہوا صرف حضرت سودہؓ کے معاملے میں طلاق کا سوال پیدا ہونا بہت مستبعد معلوم ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آنحضورؐ نے کوئی نکاح محض برائے نکاح نہیں کیا بلکہ ہر نکاح میں یا تو عظیم تر دینی و ملی مصالح مضمر تھے یا ان صحابیات کی دلجوئی اور دستگیری مقصود تھی جو محض اسلام کی خاطر بڑے سے بڑے مصائب جھیل چکی تھیں، اور اپنے خاندان بلکہ اپنے وطن تک کو خیرباد کہہ چکی تھیں۔

چنانچہ حضرت سودہ کا بھی یہی حال ہے کہ وہ اپنے سابق خاوند کے ساتھ مسلمان ہو کر حبشہ ہجرت کر گئی تھیں اور اس کے بعد بیوہ ہو کر بے سہارا ہو چکی تھیں۔ اس لیے ان کی تالیف قلب کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شرفِ زوجیت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کی موجودگی میں حضرت سودہ سے نکاح کی ایک مزید وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد گھر میں چھوٹی چھوٹی صاحبزادیاں تھیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ ان کی دیکھ بھال اور تربیت کے لیے کوئی معمر خاتون بھی بیت نبوی میں ہوں۔ ازواجِ مطہرات کے تعلقات غایت درجہ محبت آمیز تھے۔ چنانچہ حدیث سے ثابت ہے کہ جس گھر میں بھی آنحضورؐ تشریف فرما ہوتے تھے، بالعموم کچھ دیر کے لیے جملہ ازواج وہاں آکر جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ بالخصوص حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہما کے باہمی روابط نہایت گہرے اور خوشگوار تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں خود حضرت عائشہؓ کی روایت موجود ہے کہ ما رأیت امرأۃ احب الی ان اکون فی مسلاخھا من سودۃ بنت زمعۃ (میں نے سودہ بنت زمعہ کے سوا کوئی عورت نہیں دیکھی جسے میں اپنے ساتھ یک جان و دو قالب ہونا پسند کروں)۔ ظاہر ہے کہ جب حضرت سودہؓ کی تزویج میں اہم دینی اور تمدنی مصالح کارفرما ہوں اور حضرت عائشہؓ کے ساتھ ان کے تعلقات کا یہ انداز ہو، تو یہی بات زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ حضرت سودہؓ نے خود آگے بڑھ کر یہ پیش کش کی تھی اور اپنی باری حضرت عائشہؓ کو بخش دی تھی۔

اس سلسلے میں جو روایت سنن ترمذی میں ہے وہ یہ ہے: خشیت سودۃ ان یطلقھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقالت لا تطلقنی وامسکنی واجعل یومی لعائشۃ ففعل

فنزلت فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ، ھذا حدیث حسن صحیح غریب۔
اس روایت سے بلاشبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سودہؓ کی باری سے دستبرداری کے پس منظر میں خدشۂ طلاق کارفرما تھا اور اس کا ذکر آنحضورؐ سے بھی ہوا تھا لیکن اس روایت کے بارے میں پہلا امر جو قابلِ ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ امام ترمذی اسے کتاب التفسیر میں لائے ہیں اور تفسیری روایات میں محدثین توسع سے کام لیتے ہیں۔ دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ امام موصوف نے یہ روایت محمد بن المثنیٰ سے اور انہوں نے ابوداؤد الطیالسی سے لی ہے لیکن امام طیالسی نے اپنی مسند میں خود حضرت عائشہؓ سے جو روایت بیان کی ہے اس میں طلاق کا کوئی ذکر نہیں بلکہ یہ الفاظ مروی ہیں: عن عائشۃ ان سودۃ وھبت یومھا لعائشۃ لمکانھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یعنی حضرت سودہ نے بارگاہ نبوی میں حضرت عائشہ کی خصوصی قدر و منزلت کی بنا پر اپنی باری انہیں دے دی تھی، اور یہ بات تقریباً وہی ہے جو دوسرے پیرائے میں امام بخاریؒ کی روایت میں بیان ہوئی ہے۔

صحاح کے علاوہ یہ واقعہ ابن سعد نے اپنے طبقات میں متعدد طرق سے بیان کیا ہے جن میں نہ صرف طلاق کے ارادے بلکہ طلاق دے دینے کا بھی ذکر موجود ہے اور یہیں سے طلاق کے قصے نے زیادہ شہرت حاصل کی ہے۔ لیکن ان روایات میں بڑا اختلاف اور اضطراب ہے۔ ان میں سے بعض کے راوی واقدی اور ابوالزناد ہیں جو دونوں مجروح اور ناقابلِ اعتماد ہیں۔ کہیں طلاق کا پیغام بھجوانے کا ذکر ہے، کہیں اعتدی کا لفظ ہے جس سے طلاق بالکنایہ کا استنباط ہوتا ہے اور اس سے عجیب تر ذکر یہ بھی ہے کہ حضرت سودہ طلاق دیئے جانے کے بعد رہگزر نبوی میں بیٹھ گئیں اور آنحضورؐ کی تشریف آوری پر قسم دلا کر رجوع کا مطالبہ کرنے لگیں۔ حیرت ہے کہ اگر طلاق رجعی ہو، اور رشتۂ زوجیت منقطع نہ ہو تو حرمِ نبوی سے نکل کر راستے میں جا بیٹھنے کی کہانی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ علاوہ ان جملہ اشکالات کے ابن حجر نے اصابہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ یہ روایات سب کی سب مرسل ہیں، یعنی ان کے سلسلۂ اسناد میں کسی صحابی یا صحابیہ کا نام مذکور نہیں ہے۔

غالباً انہی وجوہ کے پیش نظر امام بخاری و مسلم نے طلاق والی روایات کو قطعاً حذف کر دیا ہے۔ صحیحین کے مقابلے میں طبقات ابن سعد کی روایات کا جو وزن ہو سکتا ہے وہ اہلِ نظر سے مخفی نہیں ہے۔ طلاق سے متعلق ان روایات پر کلام کرتے ہوئے امام ابن حزم نے تو محلّٰی میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ھٰذا اکذب موضوع (یہ من گھڑت جھوٹ ہے)۔

بہر کیف اس مختصر بحث سے واقعہ کی جو صحیح صورت از روئے نقل و عقل سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سودہؓ نے اپنی باری یقیناً حضرت عائشہ کو دے دی تھی مگر ان کا یہ فعل آزادانہ اور خوش دلانہ ایثار پر مبنی تھا اور اس کا واحد مقصد حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا حصول تھا۔ حزم و احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اسی صورت واقعہ کو تسلیم کرنے پر اکتفا کیا جائے اور کسی دوسری ایسی توجیہ و تفصیل سے اجتناب کیا جائے جس سے خواہ مخواہ شبہات و اشکالات رونما ہوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(بقیہ اشارات)

پہنائیں۔ انھوں نے سیاسی قوت کو ایک منصوبے کے تحت دین کو ختم کرنے میں صرف کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہمیں ایسی ہمہ گیر اور کلیت پسند ریاست کے اندر مقید کر کے رکھ دیا جس میں ہم کسی ایک شعبے میں بھی آزاد نہیں۔ ہم پوری اجتماعی زندگی کو اسی سانچے میں ڈھالنے پر مجبور ہیں جس کا یہ کافرانہ نظام ہم سے مطالبہ کرتا ہے۔

پھر جب ان غیر ملکی طاقتوں نے اقتدار ہمیں واپس کیا تو اس وقت ہم پر اس طبقے کو مسلط کر دیا جو اپنے مزاج، اپنی عادات و اطوار اور اپنے افکار و نظریات کے اعتبار سے انگریزوں سے زیادہ انگریز تھے۔ چنانچہ وہ اسی روش پر قائم رہنے کی کوشش کر رہے ہیں جس پر غیر ملکی سامراج گامزن تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارے قومی وسائل دین کی بالادستی قائم کرنے کی بجائے اس کی مزاحمت میں صرف ہو رہے ہیں۔ ان مزاحمتوں کے ہوتے ہوئے دین پر چلنا جان جوکھوں کا کام ہے جس کی ہمت ہر شخص نہیں کر سکتا۔